"خیریتِ تعلّم و تعلیمِ قرآن"

اور ہماری ذِمّہ داریاں

——— مختار حسین فاروقی ———

نبی اکرم ﷺ نے ایک ارشاد میں اس عنوان پر حد درجہ جامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: "خیرکم من تعلم القرآن و علمہ" یعنی "تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں"۔ اس فرمانِ رسولؐ کی اہمیت اس پہلو سے اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے کہ یہ صحیح بخاری، صحیح ترمذی، صحیح ابی داؤد، صحیح ابن ماجہ اور مسند احمد بن حنبل میں وارد ہوا ہے۔ مزید برآں اس حدیث کے راوی جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے بھی چوٹی کے صحابہ ہیں، یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن ماجہ میں یہ روایت حضرت سعد بن [illegible] سے بھی آئی ہے مگر لفظ "خیرکم" کی جگہ "خیارکم" آیا ہے۔ اس لفظ خیر سے خیریت بمعنی مقابلتاً اعلیٰ اور بہتر ہونا ہے۔

اس حدیث پاک سے ماخوذ الفاظ اردو کے قالب میں ڈھلتے ہیں تو وہ ترتیب میں اُلٹ دیئے جاتے ہیں۔ یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ ہیں تعلم و تعلیم قرآن۔ خود اکتساب علم پہلے ہے اور دوسروں کو بھی ایسے ہی چاہئے اور تعلیم بعد میں ہے۔ مگر اردو میں یہ ترکیب تعلیم و تعلم قرآن مستعمل ہے یعنی تعلیم پہلے اور تعلم بعد میں۔ بظاہر تو یہ چھوٹا سا لفظی فرق یا سہو ہے مگر معنوی بہت بڑا فکری تناقض ہے جو قرآن مجید سے دوری کا سبب ہے یا اس کے نتیجے میں عام ہو گیا ہے۔ چنانچہ کوئی عجیب بات نہیں ہے جو ہم قرآن مجید کے ساتھ مسلمانانِ عام بالعموم کرتے ہیں کہ تعلیم کے بغیر ہی تعلم [illegible] یعنی قرآن [illegible] سے بے اعتنائی اور سب سے بڑھ کر اس پر [illegible]

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

اطمینان کہ ہم اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کا حق ادا کر رہے ہیں۔ ہر محفل کا قرآن کریم کی تلاوت سے آغاز ہے' ہر عرس میں اس کی قراءت ہے' ہر سال حسن قراءت کے مقابلے ہیں' ہر اچھے برے' جائز ناجائز کاروبار کا آغاز اسی کتاب حق کی تلاوت سے ہے۔ عدالتوں میں قسم اٹھانے کے لئے موجود' بیٹیوں کے جہیزوں میں موجود' قریب الموت لوگوں کو سنانے کے لئے قرآن اپنے دل کے ساتھ (یعنی سورہ یٰسین) موجود' گھروں میں برکت کے لئے موجود' دفع بلیات اور سفلی علوم کے توڑ کے لئے نوری نقش کے طور پر موجود' حتیٰ کہ تعویذ کے طور پر آیات لکھ کر ان کے بعض مکروہ اور توہین آمیز استعمالات کے لئے موجود۔ مگر نہیں ہے تو اس کے علم' اس کی زبان' اس کے معانی کے فروغ اور اس کے بطور منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ـــــ کلام اللہ اور کتاب ہدایت کے طور پر نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جب عوامی سطح پر تعلیم قرآن صرف ناظرہ پڑھانا مطمع نظر بن گیا اور حسن معنوی کے بجائے حسن ظاہری پر اکتفا کیا جانے لگا تو قراءت قرآن کے شاندار مظاہر تو سامنے آنے لگے مگر قرآن مجید کا معنوی پہلو ـــــ یعنی ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ.... تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ....﴾ والی شان اور ﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ والی کیفیت ناپید ہوتی چلی گئی اور قرآن مجید کی دعوت کا رنگ لئے ہوئے تفسیریں عنقا اور متکلمانہ موشگافیوں اور فقیہانہ بحثوں والی تفسیروں کی بھرمار ہو گئی۔ نتیجتاً اہل دل و اہل علم اور باصلاحیت مردان کار جو ع ”قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں“ اور ؂

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

کی سی افتادِ طبع رکھتے تھے وہ قرآن سے دور ہوتے چلے گئے۔ اُمت میں ”خَیْرُکُم“ کے مصداق صرف بچوں کو ناظرہ پڑھانے والے یا حفظ قرآن کی خدمت پر مامور حضرات رہ گئے۔ مزید برآں چونکہ قرآن کا انسان کے باطن اور کردار سے کوئی تعلق نہ رہا تو ان حضرات کا کردار بھی آہستہ آہستہ قرآن سے دور ہوتا چلا گیا جس کے مظاہر آئے دن

© rasailojaraid.c

اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور جنہیں عوام بھی خوب جانتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عوام کی نگاہ میں بھی علماء اور قرآن مجید کا وہ اعلیٰ مقام باقی نہ رہا۔

اسی صورت حال کا گزشتہ دو صدیوں میں یہ منطقی نتیجہ بھی نکلا ہے کہ باصلاحیت اور ذہین نوجوان نے دین کے حوالے سے خدمت کا راستہ بند پا کر اپنے لئے دُنیا کے میدان کا انتخاب کر لیا۔ انسان کے اندر "خود نمائی" کا جذبہ تو ایک بنیادی اور جبلی جذبہ ہے ہی اور ہر انسان کم و بیش اس کے زیر اثر ہے' اس سے انکار ممکن ہی نہیں۔ لہٰذا فہیم عناصر اور ذہین اقلیت جو کسی قوم کا دماغ اور "حاصل" ہوتے ہیں وہ ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والے عناصر سے گھٹنا شروع ہو گئے۔ اس عمل اور ردعمل کا نتیجہ ایک طرف تو یہ نکلا کہ برعظیم پاک و ہند میں مسلمانوں کی قیادت و سیادت دینی شخصیات کے ہاتھ سے آہستہ آہستہ نکل کر ۶۰-۷۰ سال کے اندر اندر مغربی تعلیم یافتہ طبقات اور غیر دینی شخصیات کے ہاتھ میں چلی گئی اور دوسری طرف دینی تعلیم کے فقدان (صرف تہذیبی اور ثقافتی اثر جو نسلاً بعد نسلٍ باقی تھا وہی رہ گیا) اور مغربی تعلیم کے خدا ناشناس تصورات کی وجہ سے "فراستِ مؤمنانہ" والی مسلمان قیادت جو صرف مسلم کاز (Muslim Cause) کے لئے برسر پیکار ہو' کا قحط الرجال پیدا ہو گیا اور گزشتہ دو عشروں سے مسلمان اُمت کی زمام کار جن ہاتھوں میں ہے دِینی اعتبار سے تو کسی (کم سے کم) معیار پر بھی شاید ہی پورے اتریں' دُنیوی اعتبار سے بھی Statesmanship کی صلاحیت سے اکثر و بیشتر عاری ہیں۔ چنانچہ سعودی عرب اور عرب ریاستیں (جو عالم اسلام کا ایک طرح بیت المال ہیں) خالص ملوکیت کا شکار ہیں اور امریکہ کے زیر اثر ہیں۔ ترکی' پاکستان اور بنگلہ دیش میں نوجوان قیادت کے نام سے نئے چہرے سامنے لائے گئے اور ان تینوں ممالک میں تاریخ میں پہلی مرتبہ مسلمان عورتوں کو اقتدار دلوایا گیا جسکے بھی خاص صیہونی مقاصد ہیں۔ ایران کی قیادت نے جرأت دکھائی' ملک میں شہنشاہیت کی جڑ کاٹ دی مگر ان کے فلسفۂ انقلاب اور اسلام کی تشریحات بیسویں صدی کے بالغ اور بیدار انسان کو بھی متأثر نہ کر سکیں اور نہ ہی عالم اسلام کی غالب اکثریت کو متأثر کر کے اس کی قیادت کا منصب حاصل کر سکیں۔

افغانستان میں طالبان کی نوخیز قیادت مستقبل میں کیا مقام حاصل کرتی ہے اور اسلام

© rasailojaraid.

کے حقیقی کاز کے لئے کیا خدمت کرتی ہے، اس کی کامیابی کے لئے دعا بھی کی جا سکتی ہے اور امید بھی، مگر اس پر کوئی تبصرہ کرنا قبل از وقت ہے۔

پاکستان کی موجودہ قیادت کا بھی کڑا امتحان ہے۔ مغرب کے صیہونی منصوبوں کے خلاف کھڑے تو ہو گئے ہیں اور ع "مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے" کے زیر اثر شاید کچھ پیش رفت بھی ہو جائے مگر اس پر بھی فی الحال تبصرہ ممکن نہیں۔ یہ دونوں مثالیں اوپر درج صورت حال کے خلاف نہیں ہیں بلکہ اسلام کے احیاء اور عالمی غلبے کی اُمنگ کی آئینہ دار ہیں کہ ایک روبہ اصلاح Upward عالمگیر احیائی عمل جاری و ساری ہے۔

اس صورت حال کا علاج کیا ہے؟ اور تدارک کی تدابیر کیا ہیں؟ اس کے لئے سرخیل اُمتِ مسلمہ و افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق کے اس اثر آفتاب اثر کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ((لا یصلح اخر ھذہ الامّۃِ الا بما صلح بہ اولھا)) یعنی "اس اُمت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہو گی مگر اسی طرح جس طرح اس کے پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی تھی"۔

اس پہلے حصہ کی اصلاح کیسے ہوئی؟ کیا کایا پلٹ ہوئی؟ اس میں کس چیز نے کیا کردار ادا کیا؟ بنیادی اور کلیدی حصہ کس چیز کا تھا؟ اس اصلاحی عمل کے لئے آج ہمیں کیا کیا چیزیں میسر ہیں؟ یہ سوالات اور اس طرح کے دیگر بہت سارے سوالات کے جوابات زیادہ عمیق اور مشکل نہیں ہیں اور یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی قائدانہ اور مدبرانہ صلاحیتوں کے علاوہ جو شئے اس اصلاح احوال کے لئے مؤثر تھی، وہ تھی قرآن مجید ـــــ کتاب اللہ۔

دورِ رسالتؐ میں تو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور قرآن مجید ایک ناقابل تقسیم وحدت تھی۔ اس لئے کہ "کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن" کے مصداق آپؐ کے اخلاق قرآن کا عکس کامل تھے۔ اور یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آپؐ قرآن مجسم تھے۔

اور نکتہ قابلِ تشریح یہ ہے کہ آپؐ کا ہر عمل اور سرگرمی قرآن مجید کے محور کے گرد

گھومتی رہی۔ چنانچہ ــــــ

☆ آپ ﷺ لوگوں کو قرآن مجید ہی پڑھ پڑھ کر سناتے رہے جس کی تاثیر کے جادو اثر ہونے کے سبب لوگ آپؐ کے اس عمل کو جادو اور آپؐ کو جادوگر کا خطاب دیتے رہے۔

☆ آپ ﷺ کا انذار اور تبشیر' جو فرائض رسالت تھے' قرآن مجید ہی کے ذریعے سے تھے۔

☆ آپ کی طرف سے وعظ اور نصیحت (ذکر) بھی قرآن ہی کی بنیاد پر تھا۔

☆ رات کی تاریکی میں لمبی لمبی (نصف رات اور دو تہائی رات) نمازیں قرآن ہی کی دلسوز تلاوت اور اس پر غور و فکر پر مبنی ہوتی تھیں' جس کے لئے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کو یاد کر لینا اپنی سعادت ہی سمجھتے تھے۔

☆ اخلاق و کردار کے میدان میں دلوں کے روگ اور بیماریوں کے لئے قرآن مجید ہی کو شفا قرار دیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ نفس اسی قرآن مجید ہی کا مرہون منت تھا۔

☆ حتیٰ کہ مخالفوں کے ساتھ کشمکش' دلیل و برہان کی جنگ اور باطل نظریات کے توڑ کے لئے قرآن مجید ہی وہ واحد ہتھیار تھا جو نہ کبھی کند ہوا ہے اور نہ ان شاء اللہ ہو گا۔ قرآن کریم نے اس عمل کو "جہاد بالقرآن" کا نام دیا ہے۔

☆ مکی دور سے مدنی دور کی طرف پیش قدمی کا نشان راہ ہجرت کا واقعہ ہے۔ اس کے ساتھ اس معاشرہ کی تشکیل کا عمل شروع ہوا اور سماجی' معاشی' عدالتی' سیاسی اور جنگی میدانوں میں محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو قرآن ہی کے تابع کر دیا۔ حتیٰ کہ دُنیا نے دیکھا کہ صلح و جنگ اور سیاست و زراعت (معاش) جیسے منہ زور اور آزاد شعبے بھی قرآن کے شکنجے میں کس دیئے گئے جس سے دُنیا کو عدل و انصاف' اخوت و مساوات اور اصول صلح و جنگ اور سیاست و درویشی کے لازوال اصول سمجھ میں آئے جس کی اس سے پہلے نظیر نہیں مل سکتی۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ نے عام انسانوں کو قرآن کی برکت سے انسان کامل بنا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ درویش صفت

© rasailojaraid.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُس وقت صحرائے عرب سے نکلے اور دُنیا کے ایک بڑے حصے پر چھا گئے۔ وہاں کے ملوکیت زدہ عوام اور سماج دشمن قانون کے شکنجوں میں کسے ہوئے لوگوں نے اسلام کے سایۂ عاطفت میں پناہ لی اور ایک رُبع صدی کے اندر دُنیا کی عظیم ترین سلطنت خلافتِ اسلامیہ کے نام سے قائم ہو گئی۔

اُس دورِ خلافت میں کامل مساوات انسانی' معاشی عدل اور اللہ کی حاکمیت زریں اصول تھے جس سے انسان کو عظمت ملی' مگر خلافت راشدہ کے آخری زمانے میں دشمنوں نے سازشیں کیں اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور ہوتے ہوتے قرآن مجید پس پردہ چلا گیا۔

اگرچہ قرآن مجید کے پس پردہ چلے جانے سے قومی اور نسلی جذبے نے آگے بڑھ کر [illegible] صدی کے آخری عشروں میں عرب ملوکیت (Arab Imperialism) کا روپ دھار گئی' اور یوں اسلام کی نہ سہی مسلمانوں کی شان و شوکت برقرار رہی۔

مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والے سازشی عناصر دراصل قرآن کو نظروں سے اوجھل کرنے اور مسلمانوں کی زندگیوں سے نکالنے کی سازش کر رہے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہونا' جنگ صفین کے موقع پر قرآن کے فیصلے کو نہ ماننے کا اعلان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآن پڑھتے ہوئے فجر کی نماز میں شہید کر دیا جانا اس سازش کا پتہ دیتے ہیں۔ اس سازش کا دوسرا حملہ وہ تھا جو تقریباً ایک صدی بعد عباسی خلفاء کے دور میں قرآن کے "مخلوق" ہونے کے مسئلے کی صورت میں پیش آیا۔ قرآن کو بوسیدہ' از کارِ رفتہ اور ناقابل عمل پرانے زمانے کی چیز بنانے کی اس سے بڑی سازش آسان لفظوں میں ممکن نہ تھی' مگر اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہی ہوا یعنی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی آخری ہدایت کو تاقیامت باقی رکھنا مشیتِ ایزدی اور حکمتِ خداوندی میں طے تھا لہٰذا وہ باقی رہا۔ مگر سازشیوں نے اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑی۔ یہاں ناکامی کا منہ دیکھ کر اپنے مقاصد کے حصول یعنی قرآن کو مسلمانوں کی عملی زندگی سے نکالنے کے لئے دوسرے راستے اختیار کئے جس میں وہ بہرحال کامیاب رہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اگرچہ حق پرست علماء اس فتنے کا ہر دور میں سدِّباب کرتے رہے، خاک و خون میں لوٹتے رہے اور دار و رسن کو زینت بخشتے رہے، تاہم مسلمانوں کی عظیم اکثریت اس فتنہ کے سیلاب میں بہہ گئی اور صرف نام کی مسلمانی باقی رہ گئی۔

جو دعوت محمد ﷺ کی تھی وہی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تھی، وہی دعوت قرآن مجید کی تھی۔ قرآن حکیم کے خلاف کام کرنے والے عناصر کون تھے؟ یہی سرمایہ دار، متکبر، بادشاہ، ظالم عیاش اور اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنے والے حکمران۔ سابقہ ادوار میں ایسے لوگوں نے ہی نبیوں کو قتل کیا۔ یہود ان میں پیش پیش ہیں اور آسمانی صحیفوں تورات، انجیل و زبور کو ایسے لوگوں نے اپنی سازشوں سے دنیا سے غائب کر دیا کہ نہ حق کی آواز اٹھے گی نہ ان کی حکمرانی میں خلل آنے گا، نہ عوام جاگیں گے نہ حقوق کی بات ہوگی اور نہ ظلم و [illegible] کی کوئی پہچان رہے گی، نہ ان کے اقتدار کو کوئی چیلنج کرنے والا ہوگا۔ یہی لوگ ظالم حکمرانوں، ان کے نورتنوں، درباری علماء اور دنیا پرست صوفیوں کے روپ میں صدیوں سے اس کھیل میں مصروف رہے ہیں اور ان ہی کی کوششوں کی بدولت قرآن آہستہ آہستہ مسلمانوں کی زندگیوں سے نکل گیا اور بالآخر طاق نسیاں کی زینت بن گیا۔

تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں یا انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں جب انگریز برعظیم پاک و ہند میں قدم جمانے میں کامیاب ہوا تو اگرچہ حکمران نام کے مسلمان تھے اور عوام کے لئے اسلامی قوانین بھی محدود حد تک تھے جن کا اطلاق بہرحال امراء کے محلات پر نہیں ہوتا تھا تاہم علمائے حق کی کوششوں سے مسلمانوں کو ان کے دینی تصورات سے وابستہ رکھنے کی کوششیں ہر سطح پر موجود تھیں۔ اگرچہ مسلمانوں کا آج کے دور کی طرح کوئی منظم مرکزی محکمہ تعلیم تو نہ تھا مگر ناظرہ قرآن، دینی معلومات کے لئے عام فہم کتب، معراج نامہ، داستان امیر حمزہ اور قصہ یوسف علیہ السلام جیسی کتب سے لوگ اپنے مذہبی جذبات کی آبیاری کرتے رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کی آمد پر مسلمانوں میں تعلیم [illegible] (رپورٹ لارڈ میکالے) جو کہ آج تعلیم کے غلغلہ اور گلی گلی

© rasailojaraid.com

سکولوں کی بھرمار کے باوجود پندرہ بیس فیصد سے زیادہ نہیں۔ سابقہ دور میں علم کے اس فروغ میں جس جس کا جتنا حصہ ہے اس کو اس کا کریڈٹ ضرور ملنا چاہئے۔

قرآن مجید کی مسلمانوں کے لئے اہمیت کے پیش نظر قرآن کے شیدائیوں نے ہر دَور میں قرآن مجید کی تعلیم پھیلانے کی سرتوڑ کوششیں کیں اور قرآن دشمنوں نے اس کو پسِ پردہ ڈالنے میں جان و مال کی بازی لگائی۔ اس کی تفصیل کچھ کتابوں میں محفوظ ہے اور باقی تاریخ کا حصہ۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے' اس کا راز تو آخرت میں ہی کھلے گا۔

لیکن یہ بات ببانگِ دُہل کہی جا سکتی ہے کہ ہمارا ۱۰۰۰۔ ۱۲۰۰ سال کا ماضی قرآن دوستی سے یکسر خالی نہیں رہا۔ ہزارہا علماء و صوفیاء نے زندگیاں کھپائی ہوں گی اور سینکڑوں کتابیں لوگوں کو قرآن کے قریب کرنے اور عوام تک پہنچانے کے لئے تحریر کی گئی ہوں گی جو [illegible] کیں۔ اس کی ایک وجہ انگریز کی حکومت بھی ہو سکتی ہے جس نے مسلمانوں سے حکومت چھینی اور ہماری روایات اور ماضی کے سارے روشن نقوش مٹا ڈالنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

آج کا دور بجا طور پر مغرب کی علمی' فکری' سیاسی اور عسکری بالادستی کا دور ہے۔ اگرچہ مغرب کی براہ راست غلامی سے ہم نے ۱۹۴۷ء میں گلوخلاصی حاصل کرلی تھی تاہم نصف صدی بعد بھی ہم ان کے تہذیبی اور ثقافتی ہی نہیں علمی و فکری سطح پر بھی غلام ہی ہیں۔ (اب ایٹمی دھماکہ نے شاید صورِ اسرافیل کا کام کیا ہے اور یہ مردہ قوم کچھ انگڑائی لے رہی ہے اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا سوچ رہی ہے۔)

انگریز غیر ملکی حکمران تھے۔ ان کا مذہب' اقدار' سوچ' علمی وراثت اور تہذیب و ثقافت ہر چیز ہم سے مختلف تھی۔ اس کے پورے برعظیم پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد سیاسی میدانوں میں تو آزادیٔ وطن کی تحریکیں چلیں اور اس میں مذہب کا نام بھی لیا گیا' مگر خالص علمی و فکری میدان میں کماحقہ کام نہیں ہو سکا۔

تعلیمی میدان میں علی گڑھ اور دیوبند کی دو عظیم تحریکیں برعظیم کے مسلمانوں پر [illegible] علی گڑھ جدیدیت کا علمبردار اور مغرب کا مداح تھا۔ تاہم یہ

لوگ انگریزوں سے غیر مرعوب ہونے کی وجہ سے عوام کے دلوں کے قریب تھے' اگرچہ اس میں دین ومذہب اور قرآن کی تعلیم کا عنصر نہ ہونے کے برابر تھا۔ جبکہ دیوبند قدامت پرستی اور علوم انبیاء کا وارث ہونے کا دعویدار تھا' مگر معاشرے کے ایک غیر مؤثر طبقے تک ہی اس کی رسائی تھی اور Mass Scale پر عوامی رابطے سے تہی دامن تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انگریز کے آنے کے بعد مسلمان خواص اور عوام دونوں میں سابقہ دینی اثر اور روایتی مذہبی اقتدار کا اثر رفتہ رفتہ کم ہونا شروع ہوا اور اب تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ چنانچہ اب اسلام کے عائلی قانون کی بھی کھلے عام تضحیک وتوہین آئے روز اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہے۔ اسی پر قیاس کر لیجئے دوسری اخلاقی قدروں کو جو کسی قوم کی کردار سازی میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں' بلکہ کردار کی جگہ اب منافقت نے لے لی ہے اور مسلمانوں میں 'الا ماشاء اللہ' جو جتنا بڑا رہنما ہے اتنا ہی بڑا منافق ہے۔

© rasailojaraid.

دوسری طرف انگریز کی مادی ترقی کے چکا چوند مظاہروں سے ہماری نئی نسلیں مغرب کی دلدادہ ہوتی چلی گئیں اور انہی کے تہذیبی وثقافتی رنگ کو اختیار کرتی چلیں گئیں۔

گزشتہ دو صدیوں کے اس عرصے میں جب اسلام کی تہذیبی و ثقافتی اقدار زمین بوس ہو گئیں' مسلمانوں کی حکومتیں بھی نہ رہیں اور باقی رہیں بھی تو انگریزوں کی باج گزار ہو کر تو اوپر درج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ اثر جو آفتاب آمد دلیل آفتاب آمد کی طرح از خود واضح اور مدلّل ہے' کے تحت کئی اصحابِ درد میدان میں آئے اور انہوں نے اُمتِ مسلمہ کو جگانے اور اپنی اصل روایات کی طرف لوٹنے کا نعرہ لگایا۔ دُنیا کے دوسرے ممالک کے خلاف برعظیم پاک وہند میں اس احیائی عمل میں قرآن مجید کو بجا طور پر محور بنایا گیا اور اس طرح اس علاقے میں اسلام کے عالمی غلبے کی جدوجہد میں قرآن کا عنصر شامل ہوا جس سے اس جدوجہد کو ایک گونہ نسبت دورِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہو گئی جس پر اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

اس جِدّوجُہد میں علماء حق میں سے سرخیل ہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ' جنہوں نے مالٹا کی اسیری سے رہائی پر وطن واپسی پر دیوبند میں علماء کے اجتماع میں فرمایا کہ میں جیل کی تنہائیوں میں ایک سبق سیکھ کر آیا ہوں اور وہاں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ بقیہ

© rasailojaraid.

زندگی عوامی دروس قرآن کے ذریعے عوام کو قرآن سے روشناس کراؤں۔ دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں سرفہرست علامہ اقبال ہیں جن کی شاعری نے مسلمانوں کو جذبۂ ملی دیا۔ علامہ اقبال نے فرمایا ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور ؎

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

© rasailojaraid.com

اور ؎

تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟
زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست؟
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ اُو لایزال است و قدیم

اس میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد ۲۱ء تک گرجتے رہے، حتیٰ کہ دیوبند کی کوکھ سے جنم لینے والی جماعت (مراد تبلیغی جماعت) جو مولانا الیاسؒ کی قیادت میں ابھری، اس نے بھی فضائل قرآن کو خوب پھیلایا اور خوب یاد کرایا (اگرچہ آگے بڑھ کر قرآن کی تعلیم کو نہیں اپنا سکی)۔ مولانا مودودیؒ بھی اس میدان میں آئے اور ان کی تفسیر بلا مبالغہ عام فہم ہونے کے سبب دُنیا کی سب سے زیادہ چھپنے والی تفسیر ہے۔ گزشتہ تین عشروں سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ اور ان کے ادارے بالخصوص انجمن ہائے خدام القرآن، قرآن کے علوم کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ تاہم ہنوز بہت سارا کام کرنا باقی ہے۔

آنے والے دنوں میں قرآن و حدیث کے اشاروں کے مطابق جو عالمی غلبۂ حق ہونے والا ہے اور اس کا نقطۂ آغاز اگر سرزمین پاکستان نے بننا ہے تو ایک بہت بڑا کرنے کا کام یہ ہے کہ قرآن کے علوم کو عوام تک پہنچا دیا جائے۔ آج کے عوام کی قرآن سے

© rasailojaraid.com

دلچسپی کی کیفیت بڑی پریشان کن ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں ایک اندازے کے مطابق صرف پانچ فیصد لوگ باقاعدگی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے باقاعدگی سے ناظرہ قرآن پڑھنے والے ۳/۵ ہوں گے اور ان میں سے بھی سمجھ کر پڑھنے والے شاید پانچ فی ہزار ہوں گے۔

یہ کیفیت اُمت کے بہی خواہوں اور دردمندوں کے لئے پریشانی کا باعث ہونی چاہئے۔ ان حالات میں کرنے کا کام یہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنے والا ہر شخص اس فکر میں لگ جائے کہ دوسرے مسلمانوں تک قرآن کے علوم کو کیسے پہنچانا ہے۔ اس مقصد کے لئے اگر مسلمانان پاکستان کو دو حصوں میں تقسیم کرلیں' یعنی (۱) قرآن کو نہ سمجھنے والے اور (۲) قرآن کو سمجھ کر باقاعدگی سے پڑھنے والے' تو ذمہ داری اگرچہ ان دونوں طبقوں کی ہے' مگر پہلے طبقے کی آسانی ہے کہ اگر صحیح انداز سے اسے متحرک کردیا جائے تو وہ قرآن پڑھنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ زیادہ ذمہ داری دوسرے طبقے کی ہے جسے اس کام کے لئے زیادہ وقت کا ایثار کرنا پڑے گا اور مال کا ایثار بھی کرنا ہوگا۔ اس ضمن میں کئی کوششیں ہو رہی ہیں' مزید ہوں گی ـــــ مگر جب تک عوام تک قرآن کی دعوت کو پہنچانے کا کام عام نہیں ہو جاتا یہ کام کرتے رہنا ہوگا۔

قرآن مجید کو عوام تک پہنچانے اور پہلے مرحلے میں اسے کم از کم آج کے ہر میٹرک ایف اے پاس افراد کے ہاتھوں تک پہنچانے کے لئے ہمیں کئی کام کرنا ہوں گے جو درج ذیل ہیں :

(۱) ایسے فضائل قرآن کا بیان جو دو چار نشستوں کے بعد لوگوں میں ایسی اُمنگ پیدا کر دے کہ وہ بے خود ہو کر قرآن پڑھنے پڑھانے پر آمادہ ہو جائیں۔

(۲) ایسے مختصر دورانیہ کے کورسز (Short Courses) جو ایک چلہ' دو چلہ' تین چلہ یا چار ماہ' آٹھ ماہ اور ایک سال کے ہوں اور ان کورسز کی ترتیب ایسی ہم آہنگ اور ملک گیر ہو کہ کوئی شخص تین چلہ کے کسی قرآنی کورس میں ہمہ وقت داخلہ لے اور ایک چلہ کے بعد جاری نہ رکھ سکے یا کہیں تبادلہ ہو جائے تو کچھ عرصے بعد وہ دوسری جگہ دوسرا چلہ لگا سکے اور پھر اپنی فرصت کے مطابق تیسرا چلہ لگا کر قرآن فہمی کا

© rasailojarai
© rasailojarai
© rasailojarai

کورس مکمل کرلے۔

(۳) قرآن فہمی کے ان کورسز کے لئے ابتداء قرآن کے ترجمہ سے نہ کی جائے بلکہ ابتداء میں شرکاء کو عربی زبان کی تعلیم بطور عربی زبان (as a language) دی جائے تاکہ ان میں عربی کا ڈر ختم ہو اور قرآن آسان محسوس ہو، بصورت دیگر صرف "رٹا" (memorization) سے یہ معاملہ جلد ہی ٹھپ ہو کر رہ جائے گا۔

(۴) عربی زبان کی ترویج و تعلیم بھی مدارس کے روایتی طریق پر نہ کی جائے، بلکہ سکولوں اور کالجوں کے طالب علموں کے لئے (جنہوں نے انگریزی اور اردو کی گرائمر پڑھ کر امتحان پاس کر لئے ہوتے ہیں) انگریزی اور اردو کے تقابل میں عربی گرائمر کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کیا جائے تاکہ شرکاء میں وحشت پیدا نہ ہو، اور جہاں تک ممکن ہو فعل کی بجائے اسم اور حرف کی بحث پہلے پڑھائی جائے اور فعل کی بحث آخر میں۔

(۵) عربی زبان کی ترویج کے لئے عام فہم کتب کو رواج دیا جائے اور مختلف ملکی اداروں کو آسان عربی کتابیں لکھنے پر انعامات دیئے جائیں اور پھر اس طرح منتخب کتابوں کو شامل نصاب کیا جائے۔

(۶) عربی زبان کی ترویج کیلئے جدید ذرائع تعلیم از قسم بلیک بورڈ، وائٹ بورڈ، آڈیو اور ویڈیو کیسٹ اور کمپیوٹر ڈسک کو بھی استعمال میں لایا جانا ضروری ہے۔

(۷) قرآن فہمی کے لئے رہنما کتابیں شائع کی جائیں اور انہیں مختلف اداروں کی طرف سے سستا (Subsidize) کر کے فروخت کے لئے پیش کیا جائے۔

(۸) قرآن کے صرف برکت کی کتاب اور تعویز گنڈے کی کتاب ہونے کے تصور کو ختم کرنے والے کتابچے عام کئے جائیں اور ہو سکے تو وقت خرید کر ریڈیو اور ٹی وی پر پروگرام پیش کئے جائیں تاکہ قرآن فہمی کا ایک شوق اور جذبہ پیدا ہو سکے۔

(۹) عربی کے اس فروغ کو آج کے عمومی تصور "تعلیم ایک تجارت" کے انداز میں ہرگز نہ چلایا جائے بلکہ ایسے لوگ سامنے آئیں جو ایک داعی کی حیثیت سے اس کام کو آگے بڑھائیں اور ﴿وَمَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ کی شان کے ساتھ سامنے آئیں،

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

اور اگر کسی مدرس کو کہیں کوئی مشاہرہ دیناہی پڑے تو ایسے ادارے اور انجمنیں وجود میں لائی جائیں جو اس کو ایک منظم انداز میں لے کر چلیں تاکہ یہ نیک کام دنیا پرست اور بدنام زمانہ لوگوں کے ہاتھوں میں جاکر بدنام نہ ہو جائے۔

(۱۰) قرآن فہمی اور قرآن شناسی کے عام اصول یکجا کر کے چھوٹے کتابچے کی شکل میں مرتب کئے جائیں تاکہ عام قاری کو یہ اصول آسانی سے مل سکیں اور وہ ان کو ازبر کر کے استفادہ کر سکے۔

(۱۱) اس مقصد کے لئے ہر قابل ذکر جگہ پر قرآنی تفاسیر اور لٹریچر کی لائبریریاں قائم کی جائیں تاکہ لوگ قریبی مراکز سے استفادہ کر سکیں۔

(۱۲) قرآن مجید کو ایسے لوگوں تک پہنچانا جو ناخواندہ ہیں زیادہ توجہ کا طالب اور کٹھن مرحلہ ہے۔ اس مرحلہ کے لئے درج ذیل کام ضروری ہیں۔ شاید کہ اس سے مقصد کے حصول میں آسانی ہو۔

i) شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بقول گلی گلی اور محلّہ محلّہ دروسِ قرآن کی عوامی محفلوں کا اہتمام کیا جائے جن میں قرآن مجید کی آیات کی دعوتی انداز میں تشریحات کی جائیں۔ فقہی اور نظری مسائل کو زیادہ نہ پھیلایا جائے۔ قرآن کے فطری استدلال سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے' اس لئے کہ آج کل ہمارے کان فقہی بحثوں' نور و بشر کے جھگڑوں' رفع یدین اور فاتحہ خلف الامام جیسے مسائل پر دھواں دھار تقریروں کے عادی ہو کر خراب ہو چکے ہیں۔ ایسے حالات میں مناظرہ بازی سے ہٹ کر خالص قرآن کے آفاقی دلائل کی بات پر لوگوں کو جمع کرنا لوگوں کے علمی ذوق کو بدلنے کے مترادف ہے جس کے لئے طویل محنت اور لگن کی ضرورت ہے۔

ii) قرآنی تعلیمات کو عوام تک پہنچانے کا دوسرا مؤثر ذریعہ خطبہ جمعہ ہے جس میں ہزارہا لوگ آج بھی جمع ہوتے ہیں۔ خطباء کرام اور علماء سے گزارش کی جائے کہ وہ خطابات جمعہ میں قرآنی آیات اور مباحث کو موضوع بنائیں تاکہ قرآن فہمی کا ذوق پیدا ہو سکے' جو لوگوں کی Education اور ذہن سازی میں ممِدّ

© rasailojaraid.com

ومعاون ہو گا۔

iii) اس مقصد کے حصول کے لئے تیسرا کام اگرچہ مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ یہ کام ہے رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں قرآن مجید کا ترجمہ اور تشریح کرنا۔ اس کی مختلف شکلیں ممکن ہیں جو حسب ذیل ہیں۔ لوگ کوششیں کریں اور اپنی اپنی مساجد کے ائمہ، حفاظ، خطباء یا محلّہ کے اہل علم حضرات کو باصرار ترجمۃ القرآن کے کام پر آمادہ کریں :

(ا) تراویح سے قبل یا بعد قرآنی نصاب تراویح کے مضامین کا ۱۵۔ ۲۰ منٹ میں تعارف کرایا جائے۔

(ب) تراویح کے بعد قرآنی نصاب تراویح کا باقاعدہ بیٹھ کر ترجمہ کیا جائے اور راہتمام سے سنا جائے۔ یہ انتظام مسجد میں ہو تو بہتر ہے ورنہ کسی گھر میں بھی ہو سکتا ہے۔

(ج) تراویح کے بعد ترجمہ کے لئے کسی صاحب علم کو دعوت دی جاسکتی ہے اور راس مقصد کے لئے مختلف حضرات کے آڈیو اور وڈیو کیسٹ مارکیٹ میں ملتے ہیں، ان سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

(د) جامع ترین شکل یہ ہے کہ تراویح کی چار رکعات سے قبل باقاعدہ قرآن کھول کر نصاب کا ترجمہ اور تشریح بیان کی جائے، جو ۴۵ منٹ سے زائد نہ ہو، پھر چار رکعات پڑھی جائیں۔ اس طرح ۲۰ رکعات (یا جہاں آٹھ رکعات پڑھتے ہیں وہاں اپنے حالات کے مطابق وقت کا تعین کرلیا جائے) مکمل کی جائیں۔ اس طرح رمضان المبارک کی تراویح میں ترجمۃ القرآن مکمل ہو سکتا ہے جو بہت بڑی سعادت ہے۔

اس طرح عوام تک براہ راست قرآنی علوم کا ذخیرہ افادۂ عام کے لئے پہنچایا جا سکتا ہے۔ شروع میں اس کام کے لئے اساتذہ کم ہوں گے اور سارے علماء بھی ہمت نہیں کریں گے مگر آہستہ آہستہ یہ کام پھیلے گا اور آسان ہوتا چلا جائے گا۔ تعلیم یافتہ حضرات کو قرآن سکھانے کا جو پروگرام درج ہے اس میں سے بھی جو حضرات قرآن سیکھتے چلے جائیں اس مبارک کام میں اپنے آپ کو لگاتے چلے جائیں تو یہ کام اللہ

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

تعالیٰ کی تائید ونصرت سے تھوڑے عرصے میں قریہ قریہ اور بستی بستی پھیل سکتا ہے۔

آخری بات جو بہت اہم اور اس جدید دور کے علماء قرآن پر عوام کی طرف سے "قرض" ہے جو جتنی جلد ادا ہو سکے اتنا ہی بہتر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے استفادہ کیلئے عام فہم طریقہ نکالا جائے (Methodology to understand Quran) تاکہ قاری بھاری بھاری تفاسیر کے بوجھ اور متکلمانہ اور فقیہانہ بحثوں سے کم از کم ابتدائی مراحل میں بچ سکے۔ اس لئے کہ عام قاری تو علماء حق ہی کا قدر دان ہو گا' وہ قرآن پڑھ کر ان سے برگشتہ نہیں ہو گا بلکہ مشکلات کی صورت میں انہی کے پاس آئے گا' مگر آج کے قرآن پڑھنے والے کی مشکل یہ ہے کہ علماء کسی تفسیر سے متعارف کرا دیتے ہیں اور وہ قاری اس کی بحثوں میں پھنس کر کسی کنارے پر پہنچے بغیر یا تو قرآن سے دور ہو جاتا ہے کہ قرآن ناقابل فہم کتاب ہے' یا علماء سے بدظن ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن کو ہمارے لئے کیوں عام فہم نہیں بناتے' یا خود علماء سے الگ قرآن سمجھنے کی کوشش میں لگ کر کسی جدید گمراہ فرقے کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ اس میں قصور بیچارے قرآن پڑھنے والے کا نہیں ہے ہمارا ہے کہ قرآن تو عام آدمی کے لئے کتاب ہدایت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور علماء قرآن آج کل اس کو عوامی سطح تک پہنچانے میں ناکام رہے ہیں۔

قرآن کو سمجھنے والے یہ قرض جتنا جلد ادا کریں گے عوام کے لئے قرآن فہمی اتنی ہی آسان ہو جائے گی اور عوامی شعور اور بیداری کی ایک ایسی لہر پیدا ہو گی جو بالآخر اسلام کی آغوش میں پناہ لے گی۔ آج قرآن کے جاننے والے لوگ قرآن اور حق کے متلاشی عوام میں کس کس طرح سے رکاوٹ بن رہے ہیں اس کے لئے ایک واقعہ ہی کافی ہے جو ہر باشعور انسان کو لرزا دیتا ہے۔

پچھلے دنوں ایک صاحب نے بتایا کہ کوئٹہ کے کسی تعلیمی ادارے میں ایک ہندو نوجوان نے پڑھنے کے لئے قرآن مجید ایشو کرالیا۔ چند دن تو اس بات کا پتہ نہیں چلا' جیسے ہی یہ بات عام ہوئی ایک شدید ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور قرآن فوراً اس نوجوان سے واپس لے کر لائبریری میں رکھ دیا گیا اور نوجوان کو مناسب سزا بھی دی گئی۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ!

© rasailojaraid
© rasailojaraid

قرآن جو ہے ہی لوگوں کی ہدایت کے لئے اور متلاشیانِ حق کے لئے اس کے دروازے متلاشیان پر ہی بند کردیئے گئے۔ اس واقعہ کے کوئی دیگر عوامل بھی ہوں تو مجھے معلوم نہیں مگر نفس واقعہ سے جو بات عیاں ہے وہ آج کے مسلمان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ آج ہم مسلمان قرآن مجید کو مخلوقِ خدا تک پہنچا رہے ہیں' یا اس کے ابلاغ کے راستے کا پتھر بنے ہوئے ہیں۔

آج کی ضرورت قرآن کو قرآن سے سمجھنے کا کوئی عام اسلوب ہے۔ اس کے لئے ماضی قریب میں لوگوں نے جانفشانی کی ہے اور کام کیا ہے' ان کا کام کوئی حرف آخر نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کھلا کرکے خذ ما صفا ودع ما کدر "جو صاف اور اچھا ہے وہ لے لو اور جو برا اور غیر مصفی ہے اسے چھوڑ دو" کے مصداق اس میں سے حق بات جہاں کہیں سے حاصل ہو اسے own کیا جائے اور حدیثِ رسالت مآب ﷺ ((اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ ھُوَ اَحَقُّ بِھَا حَیْثُ وَجَدَھَا)) کے مصداق اس میں کسی تعصب کو قریب نہ آنے دیا جائے تاکہ قرآن کے علوم عوام اور خواص تک پہنچ سکیں۔

اللہ کرے کہ "خیریتِ تعلّم و تعلیمِ قرآن" کی تشریح میں بیان کی جانے والی ذمہ داریاں واضح ہو گئی ہوں اور ہم سب اپنے حصے کا کام سنبھالنے پر آمادہ ہو جائیں تاکہ قرآن فہمی کی ایک عام رو چل سکے جس سے قرآن کے منبع ایمان اور سرچشمہ یقین ہونے کے سبب ایمان کی ایک فصل لہلہائے گی اور ایمان کی اس بہار کے سبب کیا عجب کہ اسلام کی عالمی غلبے کی نوید کی سنہری سحر کا وقت قریب آ سکے۔

یعنی اس کٹھن کام میں حصہ لینے والے ہی دراصل فرمان رسالتؐ ((خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ)) "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن کا علم حاصل کریں اور (آگے) تعلیم دیں" کے مطابق بہترین لوگ ہو سکتے ہیں اور واقعتاً آج کے دور میں اس سے بہتر کوئی Career نہیں اور اس سے بہتر کوئی مصروفیت نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ ہم اپنی زندگیاں قرآن کریم کی خدمت اور اس کے علوم کی ترویج و اشاعت میں لگا سکیں۔ آمین

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

© rasailojaraid.com